تفسیر مأثور اور تفسیر غیر مأثور پر ایک نظر

(۱)

پروفیسر احتشام احمد ندوی

تحقیقات اسلامی کے گزشتہ دو شماروں میں پروفیسر الطاف احمد اعظمی کے مقالات شائع ہوئے ہیں۔ جنوری - مارچ ۲۰۱۰ء میں 'تفسیر ماثور' کے عنوان سے اور اپریل - جون ۲۰۱۰ء میں 'تفسیر غیر ماثور' کے عنوان سے۔ ان مقالات میں بعض پہلوؤں سے تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فاضل مضمون نگار سے بعض تسامحات سرزد ہوئے ہیں اور ان کے بعض خیالات الجھے ہوئے اور بعض گم راہ کن ہیں۔ آئندہ سطور میں ان پر مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

تفسیر ماثور کے ضمن میں انھوں نے اسرائیلیات پر جو بحث کی ہے وہ مجمل ہے، اس پر تفصیلی بحث کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ان تفاسیر کی مکمل نشان دہی نہیں کی جو امت میں ماثور تفاسیر میں شمار ہوتی ہیں، نہ ان مفسرین کا ذکر کیا ہے جن کے اقوال ماثور تفاسیر میں بار بار ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر صحابہ اور تابعین ہیں اور ان کے اقوال کتب تفسیر میں ستاروں کی طرح بکھرے نظر آتے ہیں، البتہ چند تابعین ایسے ہیں جن کے تفسیری اقوال پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ 'تفسیر ماثور' کے عنوان سے فاضل مقالہ نگار کی پوری بحث کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے ماثور تفسیری لٹریچر میں شبہات پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ انھوں نے ان تفاسیر کے تعارف میں، جو ماثور تفاسیر کی حیثیت سے معروف ہیں، بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ مثلاً تفسیرِ طبری تفسیر مأثور کی حیثیت سے معروف ہے، مگر روایات کے اعتبار سے طبریؒ حاطب اللیل

ہیں، اس کے برعکس ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں روایات کو چھان پھٹک کرلیا ہے، گوکہ ان سے بھی کہیں کہیں تسامح ہوا ہے۔ یہ فرق مضمون نگار نے نہیں بتایا ہے۔ ان دو تفسیروں کے علاوہ انھوں نے تفاسیر مأثور کے ضمن میں صرف ابن عطیہ کی المحرّر الوجیز، سیوطی کی الدرّالمنثور اور بغوی کی معالم التنزیل کے نام لیے ہیں، جب کہ ان کے علاوہ اور بھی ماثور تفسیریں اہمیت رکھتی ہیں اور معروف ہیں۔ ان کا تذکرہ کرنا چاہیے تھا۔

اپنے مقالہ 'تفسیر غیر ماثور' کی ابتدا میں پروفیسر اعظمی صاحب نے لکھا ہے:

> ''قرآن کی حکمت کا ایک بڑا حصہ آیات کے نظم وترتیب میں چھپا ہے اور جب تک کافی غور وخوض نہ کیا جائے، ان کا فہم مشکل ہے۔ قرآن میں تدبر کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی ایک بڑی غرض ان ہی حکیمانہ معارف کی تعلیم ہے''۔ (ص ۳۹)

نظم قرآن کا یہ نظریہ اصلاً مولانا حمید الدین فراہیؒ کا ہے، پروفیسر اعظمی ان کے متبع ہیں۔ لیکن یہ بات اتنے عموم کے ساتھ صحیح نہیں ہے کہ معارفِ قرآنی کے حصول کا ذریعہ نظم قرآن میں تدبر ہے۔ اور نہ مسلمانوں کو قرآن فہمی کے لیے نظمِ قرآن پر تدبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں تدبر اور نظم قرآن میں تدبر، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں میں خلط ملط کرنا اور دونوں کی اہمیت پر یکساں زور دینا مناسب نہیں ہے۔ ماضی میں جو علماء اور مفسرین نظم قرآن کے قائل نہیں رہے ہیں انھوں نے بھی قرآن میں تدبر کیا ہے اور اس سے 'حکیمانہ معارف' کا استنباط کیا ہے۔

پروفیسر اعظمی نے ایک جگہ لکھا ہے:

> ''تفسیر ماثور میں کئی نقائص ہیں، اس بنا پر تفسیر ماثور کی صحت پر اصرار صحیح نہیں ہے۔ اس سے ہٹ کر تفسیر کرنا بالکل جائز ہے''۔
>
> (تحقیقاتِ اسلامی، اپریل-جون ۲۰۱۰ء، ص ۴۰)

ان کی یہ بات تو صحیح ہے کہ ''تفسیر مأثور سے ہٹ کر تفسیر کرنا جائز ہے''۔ امت کا اس پر عمل رہا ہے اور اب بھی ہے، لیکن مأثور تفاسیر میں نقائص بتا کر ان کو بالکلیہ

رد کرنا صحیح نہیں، ان تفاسیر کا بڑا حصہ لائقِ اعتماد اور قابل قبول ہے اور ان کو پوری امت کا اعتماد حاصل ہے۔ آج کون کہہ سکتا ہے کہ تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر قرطبی وغیرہ قابل رد ہیں۔ان کے بغیر کوئی شخص صحیح طور پر نہ تفسیر لکھ سکتا ہے اور نہ قرآن کے مفاہیم کو سلفِ صالحین کے انداز پر سمجھ سکتا ہے۔

اعظمی صاحب کی یہ رائے صحیح ہے کہ ''اپنے مسلک و خیال کی تائید کرنے کے لیے تفسیر لکھنا تفسیر بالرائے ہے، فلاسفہ، معتزلہ، روافض، قرامطہ، صوفیہ اور اہل بدعت کی تفسیر کا شمار تفسیر بالرائے میں ہوتا ہے'' (ص۴۲)۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ امام قرطبیؒ کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کو بھی تفسیر بالرائے میں شمار کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ ان کے بہ قول ''آیات سے زبردستی اپنے مذہب کے لیے دلائل فراہم کرتے ہیں'' (ص۴۴) یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ تفسیر قرطبی مأثور تفسیروں میں ممتاز اور نہایت معتبر ہے۔ امام رازیؒ کی تفسیر کبیر کو بھی پورے طور پر تفسیر بالرائے میں شمار کرنا درست نہیں۔ اس میں جو فلسفیانہ مباحث ہیں ان سے قطع نظر اس میں مسلکِ سلف کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امام رازیؒ نے آیات کی تفہیم کے لیے مضبوط دلائل پیش کیے ہیں۔ اس معاملے میں وہ پورے تفسیری ذخیرہ میں ممتاز ہے اور اس میں بڑا عمدہ تفسیری مواد ہے، جسے تفسیر ماثور میں شمار کرنا چاہیے۔

یوں تو پروفیسر اعظمی کے دونوں مقالات میں متعدد تسامحات پائے جاتے ہیں، جن میں سے کچھ کا تذکرہ اوپر کی سطور میں کیا گیا، لیکن ان کی سب سے بڑی غلطی، جس کو ہمالیائی غلطی (HIMALIAN BLUNDER) کہا جاسکتا ہے، ان کی یہ عبارت ہے، جس پر انھوں نے اپنے مقالے کو ختم کیا ہے:

> ''یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر تفسیر کے دونوں طریقے ناقص ہیں تو پھر تفسیر کا صحیح اور کامل طریقہ کیا ہے؟ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ تفسیر کا سب سے عمدہ اور مامون طریقہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے''۔ (ص۵۳)

یہ بات بہ ظاہر صحیح ہے، لیکن اس کے ذریعے غلط استدلال کیا گیا ہے (کلمة

حق أريد به الباطل) یقیناً تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر کا سب سے عمدہ طریقہ ہے، لیکن اس کے ذریعے پورے قرآن کی تفسیر نہیں کی جاسکتی۔ تفسیر القرآن بالقرآن کا مطلب مفسرین کرام نے یہ بتایا ہے کہ قرآن کی بعض آیات کی تفسیر دیگر آیات کی مدد سے کی جائے۔ قرآن کا بیان کہیں مجمل ہوتا ہے کہیں مفصل، کہیں ابہام پایا جاتا ہے تو کہیں اسے کھول دیا جاتا ہے، کہیں کوئی بات عمومی انداز میں کہی جاتی ہے کہیں اس میں تخصیص کردی جاتی ہے، کہیں کوئی بات مطلق کہی جاتی ہے کہیں اس میں کوئی قید لگادی جاتی ہے، اس لیے قرآن کے کسی حصے کی تفسیر لکھتے وقت اس سے متعلق دیگر مقامات کی آیات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے، لیکن صرف اس اصول کو بنیاد بنا کر پورے قرآن کی تفسیر نہیں لکھی جاسکتی، تفسیر لکھتے وقت تفسیر ماثور اور غیر ماثور دونوں سے استفادہ کرنا چاہیے، نہ کہ پورے ذخیرۂ تفسیر کو رد کردینا چاہیے۔ پروفیسر اعظمی کے نزدیک ماثور اور غیر ماثور تفسیری ذخیرہ دفترِ بے معنیٰ ہے، قرآن کی نئی تفسیر 'تفسیر القرآن بالقرآن' کے اصول پر لکھنی چاہیے، یہ نہایت بے معنیٰ اور مہمل نظریہ ہے۔ تفسیر قرآن کے لیے احادیث کے ذخیرہ کو بھی سامنے رکھنا پڑے گا، سیرت رسول کے واقعات کو بھی دیکھنا ہوگا، تاریخ سے بھی مدد لینی ہوگی، پھر حسبِ موقع وضرورت تورات وانجیل سے بھی استفادہ کرنا ہوگا۔ 'قرآن کی تفسیر قرآن سے' ایک خوب صورت اور دل کش جملہ ہے، لیکن عملی لحاظ سے گم راہ کن ہے، اس کے ذریعے کوئی جامع تفسیر، جو عوام کے سامنے قرآن کے مطالب کو پیش کرسکے، نہیں لکھی جاسکتی۔

ہمارے لیے تفسیر غیر مأثور بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح تفسیر ماثور ضروری ہے۔ دونوں تفاسیر قرآن کے بارے میں ہمارے ذہن اور ہمارے افکار کو روشن کرتی ہیں۔ علامہ زمخشریؒ کی تفسیر الکشاف اور امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) دونوں کا شمار غیر ماثور تفسیر میں ہوتا ہے۔ آج کوئی شخص قرآن کی تفسیر کرنا چاہے تو ان دونوں تفسیروں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ البتہ اہل تشیّع اور اہل تصوّف کی تفاسیر میں کھینچ تان زیادہ کی گئی ہے، یہی حال معتزلہ کی تفاسیر کا ہے۔ ان سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ان کا شمار تفسیر بالرائے مذموم میں کیا گیا ہے۔